سید سبط الحسن ضیغم

تحریک مجاہدین اور برطانوی ریکارڈ

تحریکِ مجاہدین کا قیام پنجاب کی سکھ حکومت کے خاتمے کے لیے عمل میں لایا گیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے اربابِ بست و کشاد بجا طور پر یہ سمجھتے تھے کہ اس تحریک سے ان کے دو مقاصد پورے ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ وادیٔ گنگ و جمن کی مسلم اشرافیہ کے ذہین نوجوان ترکِ وطن کر کے ان کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں اور دوسرے یہ کہ پنجابی حکومت کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں جس سے دونوں قوتیں کمزور ہو رہی ہیں۔

"اسی بنا پر کمپنی کے زیرِ تسلط علاقوں میں سید احمد اور شاہ اسماعیل کو کئی سہولتیں فراہم کی گئیں۔ انھیں نہ صرف ہر جگہ عوام سے خطاب کرنے کے مواقع فراہم کیے گئے۔ بلکہ ان کی تحریک کے لیے چندے کی فراہمی میں بھی انگریزوں نے تعاون کیا۔ یہاں تک کہ ان مقامی ساہوکاروں پر انگریزی عدالتوں میں مقدمہ چلانے کی اجازت بھی دے دی جو اس روپے کو مجاہدین تک پہنچانے میں کوتاہی برتتے تھے جو انھیں اس مقصد کے لیے دیا جاتا۔ علاوہ ازیں تیل کے کارخانوں اور دوسرے کاروباری اداروں کے مقامی مزدوروں کے جہاد میں حصہ لینے کے لیے مختلف مراعات عطا کی گئیں [1]

مرزا حیرت دہلوی بھی اس کی تائید کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

"یہ تمام بیّن ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا۔ سرکارِ انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز مخاصمت نہ تھی [2]

اردو ادب کے میاں کھوجی حافظ محمود شیرانی نے ہنٹر کی کتاب "ہندوستانی مسلمان" کے ترجمے پر تنقید کرتے ہوئے ہنٹر کے نقطۂ نظر کی پُرزور اور مدلل تردید کی ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

"یہاں لفظ باغی پر میرا اعتراض ہے۔ سید صاحب (سید احمد) کے سرحد پہنچنے کے وقت پنجاب و سرحد میں انگریز کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پھر سید صاحب نے انگریز سے کدھر بغاوت کی۔ سید صاحب کی تحریک ہندوستان

---

[1] برصغیر پاک و ہند کی ملّت اسلامیہ۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ص ۲۶۸، ۲۶۹

[2] حیات طیبہ، ص ۵۲۳۔

میں شروع ہوئی اور ہندوستان میں پروان چڑھی اور یہ سب کچھ انگریزی کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا تھا۔ چوں کہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی، اس لیے کمپنی نے دانستہ اغماض کیا اور اپنے علاقے میں اس تحریک کے دبانے کی کوشش نہیں کی۔ اس لیے سید صاحب کو ہنٹر کا باغی کہنا اس لفظ کا غلط اور جلد بازانہ استعمال ہے۔[۵۳]

تحریک مجاہدین کا پہلا باب ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو ختم ہوگیا۔ جب سید احمد اور شاہ اسماعیل کو کم وبیش ان کے چار سو ساتھیوں کے ہمراہ بالاکوٹ ضلع مانسہرہ میں شہید کر دیا گیا۔ بقیۃ السیف منتشر ہوگئے۔ ۱۸۳۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی موت کے دس سال بعد ۱۸۴۹ء میں پنجاب کو انگریزوں نے اپنی سلطنت کا حصہ بنالیا۔

اگرچہ مولانا عبدالحلیم چشتی نے سید احمد شہید کا فقہی مسلک حنفی قرار دیا ہے[۵۴]۔ لیکن سید صاحب اور شاہ اسماعیل کی کتابوں سے مسلمانوں کے ایک طبقے میں فکری تبدیلی آئی اور اہل فقہ کے مقابلے میں غیر مقلد مسلک کی ترویج ہوئی۔ اس مسلک کے حاملین کو ہنٹر نے "وہابی" قرار دیا، کیوں کہ دونوں بزرگوں کی فکر محمد بن عبدالوہاب کے خیالات سے مماثلت رکھتی تھی۔ اس لیے سید احمد اور شاہ اسماعیل کے ہم خیال مسلمانوں کو وہابی، اہل حدیث یا غیر مقلد کا نام دیا گیا۔ معرکۂ بالاکوٹ سے منتشر ہونے والوں نے اپنی تحریک کو کسی نہ کسی طرح جاری رکھا۔ ہندوستان یعنی یوپی وغیرہ میں ان کی افرادی اور مالی استعانت کے مراکز قائم تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی ناکامی پر انگریز نے مسلم اشرافیہ کے خلاف جو بدترین تشدد اور ظلم روا رکھا، اس کے اثرات سوات کے علاقوں میں مقیم تحریک کے باقی حضرات پر بھی پڑے۔ جب ایک بار تلوار باہر آجائے تو پھر اسے آسانی کے ساتھ نیام میں بند نہیں کیا جا سکتا۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ انگریز سکھوں کا جانشین بن کر سامنے آیا اور دونوں کے درمیان اختلافات نے شدت اختیار کرلی جس کے باعث "مجاہدین" کا اب سکھوں کی بجائے انگریزوں کے خلاف مورچہ لگ گیا۔

ہندوستان کے بعد اس تحریک کے اثرات پنجاب میں بھی پھیلنا شروع ہوگئے اور پنجاب کے تقریباً ہر شہر میں ان کا فکری اثر پھیلنے لگا جس کی وجہ سے یوپی کی بجائے مالی امداد کے زیادہ تر مراکز

---

[۵۳] مکاتیب حافظ محمود شیرانی، ص ۴۸۔

[۵۴] الرحیم۔ ج ۲، شمارہ ۳، اگست ۱۹۶۵ء، ص ۲۰۲، ۲۰۳

باب میں قائم ہو گئے، جس سے انگریزوں کا تشویش میں مبتلا ہونا یقینی تھا۔ "وہابی" کے نام سے برٹش حکومت
کئی فائلیں کھول رکھی تھیں، جن میں اس مذہبی سکول کی نقل و حرکت، تبلیغ، اشاعت، افراد، مساجد
مدارس کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اپنی فائلوں میں سے ایک فائل کو PUNJAB CIVIL
SECRETARIAT CONFIDENTIAL ANNUAL FILE NO 21 کا نام دیا گیا ہے۔
ن میں اُن قابلِ ذکر وہابیوں کی تفصیل دی گئی ہے جو انیسویں صدی کے ساتویں عشرے میں پنجاب میں
سرگرمِ عمل تھے۔

ہوم ڈیپارٹمنٹ پنجاب نے ایک گشتی مراسلہ ۲۸ اپریل ۱۸۶۷ء کو پنجاب کے تمام ڈپٹی کمشنروں،
ٹی سپرنٹنڈنٹوں، سپرنٹنڈنٹوں اور کمشنروں کو ارسال کیا۔ مراسلہ بھیجنے والے کرنل ایچ۔ ایم ملیر انڈر سیکرٹری
گورنمنٹ پنجاب، ہوم (پولیس) تھے۔ مراسلے میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ ہر ضلع میں موجود قابلِ ذکر
وہابیوں کی تفصیلات فراہم کی جائیں۔

اس وقت پنجاب ۲۰ اضلاع پر مشتمل تھا۔ دیسی ریاستوں اور قبائلی علاقوں کے سوا دہلی اور
انٹیر کے علاقے بھی پنجاب میں شامل تھے۔ ہر ضلع سے جوابات موصول ہونے پر فائل نمبر ۲۱۰ ترتیب
ی گئی۔ رپورٹ میں مندرج معلومات کو نو کالموں میں تقسیم کیا گیا۔

(۱) ڈویژن (۲) ضلع (۳) نمبر شمار (۴) وہابی کا نام (۵) ولدیت (۶) پیشہ یا پیشہ ورانہ عرفیت
(۷) اقامت۔ گاؤں، محلہ، تھانہ، سمت۔ (۸) اصلی اقامت گاہ میں مقیم ہے یا غیر حاضر۔ اگر موجود نہیں
تو کہاں ہے۔ (۹) ریمارکس

فائل نمبر ۲۱۰ کو سامنے رکھ کر ڈاکٹر پی ہارڈی نے ایک مضمون لکھا جو جرنل آف دی ریسرچ سوسائٹی
ف پاکستان، یونیورسٹی آف دی پنجاب، لاہور کی پہلی جلد کے دوسرے شمارے میں شائع ہوا۔ یہی مضمون
ب پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ کے شعبۂ مطالعۂ تاریخ کے ریسرچ جنرل پنجاب پاسٹ اینڈ پریزنٹ کے اکتوبر
۱۹۰ء کے شمارہ نمبر ۳۰ میں طبع ہوا ہے۔

فائل کے ریمارکس والے کالم میں فرد کی اہمیت، اس کی مالی حالت، جائیداد، ۱۸۵۷ء میں اس نے
ئی کردار ادا کیا یا نہیں۔ وہ اپنے آپ کو وہابی کہلانے سے انکار تو نہیں کرتا ـــ کے بارے میں مختصر جائزہ
درج ہے۔ علاوہ ازیں اور درج کیا گیا ہے۔ یہ رپورٹ قابلِ ذکر وہابیوں کے بارے میں ہے۔ اس سے غماز

افراد شامل نہیں ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ رپورٹ اس وقت کے پنجاب میں بسنے والے تمام اہل حدیث حضرات کی مردم شماری نہیں ہے۔ اس میں ان افراد کی تفصیل درج ہے جو سید احمد صاحب کے افکار کے پیرو ہی نہیں ان کی تبلیغ میں بھی مصروف ہیں، صوبہ سرحد میں موجود مجاہدین کے لیے پیسے جمع کرتے ہیں یا انھیں وہاں بھیجنے میں مصروف ہیں یا حکومتِ انگلشیہ کے خلاف ایسا ہی کوئی عملی کام کر رہے ہیں۔

مؤرخین کے لیے یہ رپورٹ کئی حیثیتوں سے اہم ہے۔ (۱) کسی خاص علاقے میں ان کی تعداد کتنی ہے (۲) کس کس پیشے کے لوگ شامل ہیں اور کس پیشے کے لوگوں کی ان میں اکثریت ہے (۳) طبقاتی تقسیم اور اس کا رول۔ (۴) قابلِ ذکر کردار اجرت پیشہ حضرات کا ہے یا زمینداروں کا۔

۴۔ ضلع وار تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ دہلی ضلع

وہابی مبلغ	۱۴	چمڑے کے تاجر	۱۱	یورپ سے درآمد کنندگان	۳
جوتوں کے بڑے تاجر	۸	کتابوں کے بڑے تاجر	۴	سرکاری سکولوں میں انگلش ٹیچر	۱
عطار، پنساری وغیرہ	۱	محکمہ نہر میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ	۱	شاہ دہلی کا مہر ساز	۱
ٹیچر دہلی کالج	۱	کل	۴۵		

۲۔ گوڑگاؤں ضلع

مولوی مبلغ	۳	کل	۳

۳۔ انبالہ ضلع

وہابیت کا پروپیگنڈا کرنے والے	۴	کتب فروش	۲	منشی	۴
زمیندار	۲	نائب تحصیلدار	۱	کوئی پیشہ درج نہیں	۱
		کل	۱۴		

۴۔ لدھیانہ ضلع

کاشتکار	۵	کاشتکار اور تاجر	۴	کتب فروش	۲
جوتا فروش	۱	کل	۱۲		

۵۔ فیروزپور ضلع

وہابی مبلغ	۱۳	ٹیچر	۷	طالب علم	۵
بیگے بان	۹	کاشت کار	۳۰	پنشنر	۳
کتب فروش	۱	(وہابی کہلانے سے منکر) ڈاکٹر	۱	انگریز	۱
پارچہ باف	۲	ترکھان	۱	کل	۷۳

۶۔ جالندھر ضلع

مزدور	۳	جلد ساز	۱	کیمسٹ	۲
کاشت کار	۱	افغان یا پٹھان (کوئی پیشہ درج نہیں)	۲	مولوی	۲
ٹیچر	۱	ملازم	۱	اپیل لکھنے والے	۱
کپورتھلہ ریاست میں ملازم	۱	شیخ (کوئی پیشہ درج نہیں)	۱	ارائیں	۱

کل ۱۹

۷۔ ہوشیارپور ضلع

ٹیچر	۴	زراعت پیشہ لینڈلارڈ	۱۰	ڈپٹی انسپکٹر پولیس	۲
ڈاکٹر	۲	فارسی پڑھانے والا	۱	ملا	۱
دوکان دار	۱	چیف محرر محکمہ تعلیم	۱	پیشی منشی	۲
پیشہ ور فقیر	۱	پارچہ باف	۱	کل	۲۶

۸۔ امرتسر ضلع

ملا	۳	کپڑے کے تاجر	۱	تاجر شال	۱
پارچہ باف	۱	جلد ساز	۱	نائب ضلع دار	۱
پٹھان (پیشہ درج نہیں)	۱	کل	۱۰		

۹۔ گورداسپور ضلع

مولوی/قاضی	۱۱	معمار	۵	کاشت کار	۵
سپاہی (جمعدار)	۱	جلد ساز	۲	جوتا ساز	۱
پارچہ باف	۳	چمرنگ	۱	نمبردار	۱

ملازمت	۱	قصاب	۱	لوہار	۱
مختار کار	۱	فقیر	۱	پیشہ درج نہیں	۳

کل ۳۷

۱۰۔ لاہور ضلع

مولوی / پیش نماز	۱۲	ٹیکسی ڈرائیور	۱	سوداگر، تاجر	۴
سرکاری ملازم (ایک وہابی کہلائے جانے سے انکاری ہے)	۵	کلرک	۲	قاضی	۱
کتب فروش	۱	چمڑے کا ڈیلر	۱	پلیڈر	۱
پیغام رساں	۴	مقامی ڈاکٹر	۱	محکمہ تعلیم کا سابق ملازم نیا (کوئی پیشہ درج نہیں)	۱

کل ۳۴

۱۱۔ ملتان ضلع

مولوی	۱	پارچہ باف، اون اور دھاگے کا تاجر	۲	پاپڑ میکر	۱
پیشہ درج نہیں	۱	کل	۶		

۱۲۔ منٹگمری ضلع

مُلّا	۵	کاشت کار	۹	بھکاری	۳
ٹیچر	۳	ملازمینِ حکومت	۵	کتب فروش	۱

کل ۲۶

۱۳۔ سیالکوٹ ضلع

ہیڈ ٹیچر	۲	زمین دار	۱	مُلّا	۴	کل	۷

۱۴۔ گوجرانوالہ ضلع

مولوی	۱۲	نمبردار	۲	کتب فروش سابق ملازم سرکار	۱	کل	۱۵

۱۵۔ راولپنڈی ضلع

مُلّا	۱	قصاب	۲	چوہدری	۳
کتب فروش	۲	دوکان دار	۲	حاکم شہر (شیرف میونسپل کمشنر)	۱

چمرنگ	۱	خادم	۱	کل	۱۲

۱۶- شاہ پور ضلع

مولوی۔علما	۶	لوہار	۲	تاجر	۱
	کل	۹			

۱۷- ڈیرہ اسماعیل خان ضلع

مولوی	۴	پارچہ باف	۱	پٹھان (پیشہ درج نہیں)	۱
مزدور	۱	کوتوال	۱	سوداگر	۱
نمبردار	۱	کل	۱۰		

۱۸- پشاور ضلع

ڈاکٹر	۱۲	ملا/پیر	۳	پنشنر سرکاری ملازم	۲
کتب فروش	۱	سوداگر/ڈیلر	۵	رکن بلدیہ	۱
	کل	۲۴			

۱۹- ہزارہ ضلع

مولوی	۱۱	جاگیردار۔نمبردار	۱۶	گورنمنٹ پنشنر	۲
ڈپٹی پوسٹ ماسٹر	۱	مقامی ڈاکٹر	۱	وکیل	۱
پیش نماز	۱	کل	۵۴		

۲۰- گجرات ضلع

ٹیچر	۴	امام مسجد	۱	کلاتھ پرنٹر	۱
قانون گو	۱	کل	۷		

مسطورہ بالا اعداد و شمار کا تجزیہ کئی طریقہ سے کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے پنجاب کے ان بیس اضلاع میں مصروف وہابیوں کی تعداد کے حساب سے ضلعوں کی ترتیب درج کی جاتی ہے۔ ضلع کے آگے تعداد درج کی گئی ہے۔

۱- فیروز پور ضلع	۷۴	۲- ہزارہ ضلع	۵۴

۳۔ دہلی	۴۵	۴۔ گورداس پور	۳۷
۵۔ لاہور	۳۵	۶۔ ہوشیار پور	۲۶
۷۔ منٹگمری	۲۶	۸۔ پشاور	۲۴
۹۔ جالندھر	۱۹	۱۰۔ امرتسر	۱۵
۱۱۔ گوجرانوالہ	۱۵	۱۲۔ انبالہ	۱۴
۱۳۔ راولپنڈی	۱۳	۱۴۔ لدھیانہ	۱۲
۱۵۔ ڈیرہ اسماعیل خان	۱۰	۱۶۔ شاہ پور	۹
۱۷۔ گجرات	۷	۱۸۔ سیالکوٹ	۷
۱۹۔ ملتان	۶	۲۰ گوڑ گاؤں	۳

یہ کل تعداد ۴۵۵ بنتی ہے۔ سب سے زیادہ تعداد فیروز پور میں ہے جو ۷۳ ہے۔ جب کہ دوسرے نمبر پر ضلع ہزارہ ہے۔ ہزارہ کی بات تو سمجھ آ سکتی ہے کہ وہاں وہابی مجاہدین نے لڑائی لڑی، بہت سے لوگ وہ آباد ہو گئے۔ لیکن فیروز پور ضلع میں سب سے زیادہ تعداد کا سبب معلوم نہیں۔ کیا اسے "لکھوکے" میں مقیم مولانا حافظ بارک اللہ اور حافظ محمد صاحب تفسیر محمدی (پنجابی) اور احوال الآخرت (پنجابی) کی تبلیغ کا نتیجہ قرار دیا جائے گا یا اور کوئی سبب ہے۔ اگر یہی وجہ ہے تو پھر "لکھوکے" میں مقیم علما کی تبلیغ، امرتسر[15] میں مقیم غزنوی خاندان اور گوجرانوالہ[15] میں قلعہ میہاں سنگھ کے مولوی غلام رسول صاحب کے مقابلے میں کہیں موثر رہی ہے۔ اس کے بعد ترتیب میں دہلی (۴۵)، گورداس پور (۳۷)، لاہور (۳۵)، ہوشیار پور (۲۶) منٹگمری (۲۶) آتے ہیں۔

لاہور، ہوشیار پور، منٹگمری کے اضلاع کی سرحدیں ضلع فیروز پور کے علاقوں سے ملتی ہیں، جس وجہ سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ملحقہ علاقوں میں بھی حافظ محمد لکھوی کی تدریسی اور تحریری جدوجہد کی وجہ سے گ[illegible] میں اضافہ ہوا۔ مگر گورداس پور کا تعداد کی وجہ سے چوتھے نمبر پر آنے کا سبب معلوم نہیں ہو سکا۔ کیا کسی پنجابی شاعر کی شعری تخلیقات رنگ لائیں یا کسی عالم دین کی تبلیغ ؟

دہلی میں سید نذیر حسین کے علاوہ کئی اور بھی علما موجود تھے۔ صرف مبلغین ہی کی تعداد ۱۴ ہے [illegible] حصار اور کرنال کے کئی حصے بھی شامل

تعداد بہت ہی کم (۳) ہے۔ ملتان میں اس فکر کے عاملین کی تعداد صرف چھ ہے اور اس کے بارے میں رپورٹ میں بھی تجزیہ موجود ہے کہ اس ضلع میں نہ تو یہ لوگ سرگرم ہیں اور نہ ہی ملتانی مسلمانوں میں ان کے لیے کوئی خاص جذبہ موجود ہے۔

اس تمام گنتی کو ایک اور طرح سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ ہے، طبقاتی تقسیم۔ اس رپورٹ کو اس انداز میں دیکھنا ضروری تھا مگر پتا نہیں مرتب نے اپنی رپورٹ کو اس انداز سے دیکھنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ اگر طبقات کی تقسیم سے دیکھا جائے تو وہ حسب ذیل ہوگی:

طبقہ	کل تعداد	فی صدی شرح
مذہبی طبقے	۱۰۰	۲۱٫۹
سوداگر۔ تاجر	۵۸	۱۲٫۷
کاشت کار	۶۳	۱۳٫۸
سرکاری ملازم۔ ریونیو آفیسر، سرکاری پنشنر	۳۴	۷٫۴
ہنرور۔ کاریگر	۲۶	۵٫۷
زمین دار۔ جاگیردار	۱۷	۳٫۷
مزدور۔ کوچبان	۱۳	۲٫۸
پروفیشنل (منشی سمیت)	۹	۱٫۹
قانون	۲	۰٫۴۳
پیشہ درج نہیں	۴۲	۹٫۲

مسطورہ بالا اعداد اور شرح فی صدی سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس تحریک میں سب سے زیادہ لوگ وہ تھے جن کا تعلق مذہبی تبلیغ اور مساجد سے تھا، ان میں مذہبی مدارس میں پڑھانے والے علما بھی شامل تھے۔ اگرچہ دوسرے نمبر پر کاشت کار آتے ہیں، لیکن اصل موثر قوت نمبر ۲ ہے، اور وہ جس میں دکان دار، تاجر اور سوداگر طبقہ شامل ہیں، جن سے چندہ جمع ہوکر سرحد میں موجود مجاہدین کے پاس پہنچتا تھا۔ وکیل صرف دو تھے۔ البتہ ڈاکٹروں کی تعداد ۱۴ ہے، جن میں سے دو مقامی ڈاکٹر ہیں، جب کہ بارہ ڈاکٹر مقامی یعنی اردو بولنے والے ہیں اور ہندوستانی۔ سرکاری ملازم، پنشنر ہندوستانی ہیں۔

جاگیرداروں اور زمین داروں کی تعداد صرف ۱۷ ہے، جن میں سولہ صرف ہزارہ کے ہیں۔ اس کی اگرچہ کوئی وجہ نہیں بتائی گئی، لیکن ہزارہ ڈویژن کی تاریخی کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ اس تعداد کا بنیادی سبب مقامی دشمنیاں تھیں۔ مجاہدین کی ابھرتی ہوئی قوت سے متاثر لوگوں میں مقامی زمین دار اور جاگیردار طبقہ بھی تھا جو اس قوت کے بل بوتے پر اپنے مخالفین کو شکست دینا چاہتا تھا۔ اس غرض سے وہ ایک ابھرتی ہوئی قوت میں نہ صرف شامل ہوا بلکہ اس کے عقائد کو بھی اختیار کر لیا۔

ہارڈی کے تجزیہ کے مطابق اس تحریک نے سب سے زیادہ پڑھے لکھے اور معززین کو متاثر کیا، جن کا تعلق اس نچلے متوسط طبقے سے تھا، جو ابتدائی صنعتی سماج کا حصہ تھا۔ ان میں علما، ٹیچر، دوکان دار، ہنرور کاریگر، چھوٹے ملازمین، چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاشت کار شامل تھے۔ پنجاب میں اس تحریک نے پروفیشنل لوگوں یا وکیلوں، بڑے زمین داروں، انگریزی پڑھے لکھے لوگوں کو کم متاثر کیا۔ مگر اس بات کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ۱۸۷۰ء کے پنجاب میں مسلمانوں میں یہ طبقات تھے ہی کم۔

یہ صرف ایک رپورٹ ہے جس کا تعلق پنجاب کی تاریخ کے ایسے عہد سے ہے جس میں انگریز پنجاب کو نہ صرف اپنی حکومت میں شامل کر چکے تھے بلکہ پورے ہندوستان پر بغیر شرکتِ غیرے قابض تھے۔ ۱۸۴۹ء کے بعد اٹھنے والی یہ پہلی یا آخری تحریک نہیں تھی جس کا ریکارڈ پنجاب سیکرٹریٹ کی فائیلوں میں دفن ہے بلکہ ایسی ہزاروں فائیلیں موجود ہیں، جن سے پنجاب میں اُٹھنے والی اور پنجاب کو متاثر کرنے والی ان گنت تحریکوں، سلسلوں، پارٹیوں کے بارے میں انگریزی حکمرانوں کا نقطۂ نظر مدفون ہے جو بہر حال ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔

برطانوی حکمران ہر مسئلے پر تین فائیلیں تیار کرتے تھے۔ ایک صوبے کے پاس رہتی تھی، دو کاپیاں وائسرائے ہند کو ارسال کر دی جاتی تھیں۔ ایک کاپی وائسرائے کے دفتر میں محفوظ کر لی جاتی تھی اور تیسری کاپی لندن میں انڈیا آفس کو ارسال کر دی جاتی۔ برطانوی حکومت نے ریسرچ سکالروں کے لیے یہ ریکارڈ کافی عرصہ پیشتر اوپن کر دیا تھا۔ بھارت میں بھی ۱۹۴۰ء تک کا سارا ریکارڈ اوپن کر دیا گیا ہے۔ کوئی بھی سکالر ۱۹۴۰ء تک کی کوئی بھی فائیل دیکھ سکتا ہے۔ وہابی تحریک والی فائیل نمبر ۱۰۲ بھی اسی ریکارڈ کا حصہ ہے۔ اس تحریک پر اور بھی کئی فائیلیں موجود ہیں، جن میں ہم اپنے روشن ماضی کی طرف جھانک سکتے ہیں۔
تحریکِ مجاہدین، کوکا تحریک، جنگِ ۱۸۵۷ء، تحریکِ حریت گوگیرہ، ۱۹۰۷ء کی کسان تحریک، تحریکِ خلافت،

مذہب ، غدر پارٹی ، ریشمی رومال تحریک ، رولٹ ایکٹ کے خلاف جدوجہد ، مسلم لیگ ، خلافت کمیٹی ، شدھی سنگھٹن ، اکالی تحریک ، گوردوارہ لہر ، مجلس احرار ، خاکسار تحریک ، کانگریس ، نوجوان بھارت سبھا ، بم پارٹی ، انڈین سوشلسٹ ری پبلکن پارٹی ، ہوم رول لیگ ، پشاور کنس پی ریسی کیس ، لاہور کنس پی ریسی کیس ، میرٹھ سازش کیس ، تحریکِ حریتِ کشمیر اور ان گنت دوسری تحریکیں اور افراد ہیں ، جن کے بارے میں سول سیکرٹریٹ کے ہوم ڈیپارٹمنٹ میں ریکارڈ موجود ہے جو انگریزی حکمرانوں نے ترتیب دیا ۔ یہ سارا مواد پنجاب ہی نہیں پاکستان کی تاریخ کا حصہ بھی ہے جسے اہلِ وطن یقیناً جاننا چاہیں گے ۔ یہ انتہائی بنیادی ذریعہ ہے جو قومی تاریخ کی تدوین میں کام آئے گا ۔ اس لیے برطانیہ اور بھارت کی طرح یہاں بھی اہلِ علم و دانش کے لیے اس ریکارڈ کو اوپن کر دینا ضروری ہے ۔

مطالعۂ قرآن

مولانا محمد حنیف ندوی

اس کتاب میں مولانا ندوی نے قرآن سے متعلق ان تمام مباحث و مسائل پر محققانہ اظہارِ خیال کیا ہے ، جن سے نہ صرف قرآن فہمی میں خصوصیت سے مدد ملتی ہے ، بلکہ اس کتابِ ہدیٰ کی عظمت بھی نکھر کر نکر و نظر کے سامنے آجاتی ہے ۔ مزید برآں اس سے قرآن کے علوم و معارف اور دعوت و اسلوب کی معجز طرازیوں پر بھی تفصیل سے روشنی پڑتی ہے ۔ اس کتاب میں مولانا نے زرکشی کی البرہان اور سیوطی کی اتقان کے ان تمام جواہر ریزوں کو اپنے مخصوص شگفتہ اور حکیمانہ انداز میں جمع کر دیا ہے اور مستشرقین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا تسلی بخش جواب بھی دیا ہے ، جو قلب و ذہن میں شکوک و شبہات ابھارنے کا موجب ہو سکتے ہیں ۔ غرض اسے قرآنی فکر و تصور کے بارے میں ایسا انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہیے جس میں وہ ساری بحثیں اور مضامین سمٹ آئے ہیں جن کی دورِ حاضر کو ضرورت ہے ۔

صفحات ۸ + ۳۱۰ قیمت -/۲۵ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ ، کلب روڈ ، لاہور